ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر نازیہ یونس
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

فیمنزم اور منتخب جدید اردو شاعرات

Dr. Nazia Younis
Assistant Professor, National University of Modern Languages, NUML Islamabad.

Feminism and Modern Urdu Poetess

Urdu literature has a rich and prestigious tradition of poetery. The contribution of poetess is a great contribution in this tradition. The discision of Feminism is some how new and relevant in the literary circles. The outstanding and exemplary role of Urdu poetess is a fantastic job. It is necessary to highlight the services of those poetess, who are currently working for this case.This article has a aim to bring to light their introduction and their services in this regard.The modern Urdu poetess played a vital role in the movement of feminism in the India and as well as in Pakistan.

Keywords: *Feminism, Urdu poetess, introduction, visions,, Contributions, Research Articles, Women, Literature.*

انسانی معاشروں میں مادی تعمیر وترقی کے ساتھ ساتھ انسانی افکار وخیالات بھی ارتقائی مراحل طے کرتے ہیں۔ جدید خیالات اور جدید زمانے میں لوگوں کو یہ احساس بھی ہونے لگا کہ خواتین کی حالت مرد کی نسبت انسانی معاشروں میں انسان کے مساوی نہیں۔ نظریاتی سطح سے لے کر مادی سطح تک، جس میں عورت کی محنت اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت، خاندان میں ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا وغیرہ ہر قدم پر اس کے حقوق اور وقار کا استحصال کیا جاتا رہا ہے۔ اور وہ تمام افراد خواہ مرد ہوں یا خواتین، جو خواتین کی اس استحصالی حالت کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اور عورتوں کو حقوق اور وقار دلانے کی بات کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں وہ سب دراصل فیمنسٹ ہیں۔

فیمنزم کیا ہے؟ اس سوال کے حقیقی جواب کے لیے ہمیں دنیا کے مختلف معاشروں کے تہذیبی، تاریخی اور تمدنی پہلوؤں کو سمجھنا ہو گا کیونکہ فیمنزم ہر معاشرے کے سماجی مسائل، معاشرتی ضرورت اور ان کے مزاج کے مطابق تشکیل پاتا ہے۔ جس میں خواتین کی اپنی تعلیمی حیثیت، طبقہ اور ماحول خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں۔ ان

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

باتوں کی بنیاد پر خواتین اپنی کوشش سے مردانہ حاکمیت کو سمجھنے اور ان سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ ایک مساوی اور پرامن معاشرہ وجود میں آ سکے۔

فہمیدہ ریاض کی مندرجہ ذیل تعریف فیمنزم کو سمجھنے میں ہماری مدد کر سکتی ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

> "فیمنزم ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا مطلب لوگ اپنی اپنی طرح سمجھتے رہے ہیں۔ مگر میں نے جب بھی اسے استعمال کیا ہے یا کہا ہے کہ میں فیمنسٹ ہوں تو ہر بار میرے ذہن میں اس کا یہی مطلب رہا ہے کہ عورت کے مکمل انسانی وجود کو تسلیم کیا جائے اور اس کے کسی پہلو کو کچل کر نابود کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔" (۱)

عطیہ داؤد جو سندھ کی ایک مقبول شاعرہ اور نثر نگار ہیں اپنے "فیمنزم سر آنکھوں پر۔۔۔۔" میں اس موضوع پر تفصیل سے بات کرتی ہیں کہ مغرب کی بدولت فیمنزم مشرق میں نہیں آیا جیسا کہ عام تاثر ہی ہے بلکہ یہ ایک بنیادی انسانی تقاضا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

> "یہ سوچ جس کو فیمنزم کہتے ہیں کب اور کیسے میں نے پہلی بار محسوس کی ہو گی۔۔۔۔ اپنی عورت ہونے پر بڑائی کا احساس، لڑکی کی حیثیت کو کم تر کر کے پیش کرنے پر میرے اندر احتجاج کا امڈ آنا، اپنے موقف پر ڈٹ کر کھڑا ہو جانا، یہ میرے مزاج کا حصہ رہے ہیں۔" (۲)

انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا کے مطابق "فیمنزم ایک سماجی تحریک ہے جو عورتوں کے مساوی حقوق کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔"(۳) ممتاز نقاد ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی نے فیمنزم کے بنیادی تصورات واضح کرتے ہوئے نسائی تنقید کی اہمیت پر اس لیے اصرار کیا ہے کہ خواتین لکھاریوں کی تحریروں کے توسط سے ان کے شعور و احساس اور زندگی سے متعلق فکر و فلسفے کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو سکے گی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے "تانیثیت" کی اصطلاح استعمال کی ہے جس سے مراد محض نسائیت یا زنانہ پن نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ شعور ذات ہے جو شعور کائنات کا حاصل بھی ہوتا ہے اور جس کی تحریر میں موجودگی ایک سمجھ دار اور باشعور قاری کی دلچسپی اور تفہیم کا باعث بنتی ہے۔

مندرجہ بالا تعریفوں اور خیالات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فیمنزم یا تانیثیت سے مراد استحصال پر مبنی وہ رویہ یا سلوک نہیں جو صدیوں سے عورتوں کے خلاف پنپ رہا ہے، اور جس کے خاتمے کے لیے کوششیں ہو رہی ہیں اور نہ ہی تانیثیت سے مراد محض خواتین کے مسائل پر ادب تخلیق کرنا ہے بلکہ کائنات اور اس کے مظاہر،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اس کی وسعتوں میں پھیلے موضوعات و مضامین، سماجی مسائل اور ادبی تخلیقات، غرض زندگی کے ہر مسئلے اور موضوع پر عورت کے نقطہ نظر سے دیکھنا، سمجھنا اور ایک رائے قائم کرنا اصل میں فیمنزم کی حقیقی روح ہے۔ اور یوں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ فیمنزم ایک فلسفہ حیات اور انداز فکر کا نام بھی ہے اور ایک عملی تحریک بھی۔

ادب کے حوالے سے اگر ہم فیمنزم کی تحریک پر نظر ڈالیں تو اس کا علاقہ گزشتہ صدی کے آغاز سے جا ملتا ہے۔ خاص طور سے انیسویں صدی جو اپنی سائنسی ایجادات اور فکر و فلسفہ کے انقلابات کے حوالے سے تمام صدیوں سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے، جس میں فیمنزم ایک واضح شکل یعنی ایک تحریک میں ڈھلتی نظر آتی ہے۔ اگرچہ نسائی شعور یورپ اور امریکہ میں سترھویں صدی کے نصف آخر میں ابھرنا شروع ہو گیا تھا، جس کی مثال امریکی شاعرہ اینا بریڈ سٹریٹ کی نظم "کون کہتا ہے کہ میرے ہاتھ میں کپڑا لینے کی سوئی زیادہ اچھی لگتی ہے" جو انہوں نے ۱۶۴۲ء میں لکھی اور اسی سال برطانیہ میں بادشاہت کا خاتمہ بھی ہوا اور جمہوری نظام قائم ہو گیا۔ اگرچہ یہ اٹھارہ سال بعد دوبارہ بحال ہو گیا یہ وہی زمانہ ہے جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں پنجے گاڑنے شروع کیے۔ ہندوستان میں ملکہ نور جہاں، نورالدین جہانگیر کے ساتھ ہندوستان کی حکمرانی اور سیاست میں برابر کی شریک تھیں اور اپنی ذہانت اور تخلیقی ذہن کے باعث بہت مقبول تھیں۔ مگر عام عورت کی حالت سیاست تو کجا سماج میں بھی بہت پسماندہ تھی۔ اور اگر امریکہ کی حالت دیکھیں تو وہاں سماج تو ایک طرف، ایوانِ اقتدار میں بھی عورت ایک کاٹھ کی گڑیا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

اگر ہم فیمنزم میں خواتین کی شاعری کی بات کریں تو اس کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ شاعرات جو اپنے احساس و شعور کے اظہار کے لیے شاعری کو ذریعہ بنا رہی تھیں، فیمنزم کی تحریک سے متاثر ہو کر ایسا کر رہی ہوں۔ یا انہوں نے اس تحریک سے آگہی کے بعد اپنی شاعری میں شعوری طور پر یعنی مقصدیت کے تحت نسوانی احساسات کو موضوع بنایا۔ کیونکہ ان میں سے بہت سی شاعرات ایسی تھیں جنہیں اس تحریک کا علم بھی نہ تھا۔ دراصل خواتین میں نسائی شعور کی دریافت یا پھر اس کا اظہار کسی تحریک کی عطا نہیں بلکہ یہ ان کے اپنے فہم اور بنیادی انسانی خواہش کی دین ہے۔ جس کے تحت ہر انسان آزادی سے سانس لینا چاہتا ہے۔ اور اپنی کاوشوں اور صلاحیتوں کا اظہار کسی نہ کسی پلیٹ فارم پر کرتا نظر آتا ہے۔

یہ بات الگ بحث طلب ہے کہ ادب میں عورت کا ذکر کتنا ہے اور اس میں اس کا اپنا حصہ کیا ہے۔ کیونکہ عورت کا ذکر دینا کے ہر معاشرے کے ادب میں ملتا ہے اہم بات یہ ہے کہ خود عورت نے اس میں اپنا حصہ کس طرح

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اور کتنا ڈالا۔ ساتویں صدی کے ادب کا جائزہ لیں تو اگرچہ اس میں عورت بہت نمایاں تو نہیں لیکن نابود بھی نہیں ۔"سیفو" ساتویں صدی کے اواخر کی شاعرہ تھیں جنہوں نے زندگی کا کچھ حصہ جلا وطنی کے عالم میں گزارا۔ ان کا دریافت شدہ شعری سرمایہ بہت ضخیم تو نہیں ہے۔ تاہم جو کچھ بھی میسر ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سیو کا نظریہ حیات مستعار نہ تھا بلکہ خود گر تھا۔ وہ ایک انفرادی آواز رکھتی تھیں جس میں ان کی ذات کا اظہار بہت توانا ہے ۔اس شاعری میں کن موضوعات پر بات ہوئی ؟ڈاکٹر شاہدہ حسن کے مطابق "۔۔۔ان کا شعری سرمایہ شادی بیاہ کے کچھ گیتوں، منظوم یادوں اور مختلف نامکمل شعری مجموعوں کی صورت میں دستیاب ہے۔"[۴]

ان کے محض ان کی ذات کے آئینہ دار نہیں بلکہ ان میں شعری بلوغت بھی نظر آتی ہے۔ اپنی ذات، زندگی، دوسروں کی زندگی اور سماج کے متعلق ان کے نظریات سے نسائی شعور کی ایک واضح تصویر بن سکتی ہے۔ ان کا یہ قول کہ کوئی کسی اور زمانے میں ہمیں یاد کرے گا، بہت مقبول ہے۔ اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ساتویں صدی کی ایک عورت جس نے جلا وطنی کے دکھ بھی سہے، مستقبل کی کتنی صحیح پیش گوئی کر رہی ہے۔ گویا نسائی شعور تانیثیت کی پیداوار نہیں بلکہ اس کا اظہار تخلیقی سطح پر آغاز ہی سے نظر آتا ہے۔

اردو شاعری بالخصوص اردو نظم میں عورت کے عورت پن کی پہچان کا رجحان بیسویں صدی میں بہت نمایاں طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص اس صدی کے آخر میں اس میں بہت شدت آئی ہے۔ اس سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عورت کا معاشرے میں کوئی بھی کردار ہو وہ مرد کا سہارا لیے ہوئے آتی ہے۔ یوں اس کی اپنی شناخت کی کوئی واضح صورت نظر نہیں آتی۔ اور اس میں ایک وجہ اس کا اپنا ہاتھ بھی ہے کہ اس نے اپنے اسی کردار پر اکتفا کیے رکھا۔ تنویر انجم بھٹی نے اپنے ایک مضمون "نسائی تحریک کا ارتقا" میں برصغیر میں نسائی شعور کی تاریخ بتاتے ہوئے نسائیت کو چار حصوں میں بانٹا ہے۔ ان کے مطابق نسائی شعور کا پہلا مرحلہ انگریزوں کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔

اردو نظم میں ایک اہم نام سارا شگفتہ کا ہے۔ تانیثیت کے حوالے سے سارا کی نظموں کا مطالعہ بے حد اہم ہے۔ کیونکہ ان کی نظمیں براہ راست ان مسائل کا اظہار بھی ہیں اور توجہ بھی جن میں عورت لامحدود مدت سے الجھی ہوئی ہے۔ سارا کی خودکشی اس بات کی غماز ہے کہ ہر معاشرے میں عورت کی خودکشی ایک احتجاج سمجھی جاتی ہے اور اس سے زیادہ سمجھ نہیں۔ اس کی حقیقی روح تک کسی نے پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔ اسے وہ ورجینیا وولف ہو، ذولیا کرسٹوا یا پھر سارا شگفتہ! سارا کی نظمیں صرف اپنے مشرقی خطے کا نہیں بلکہ پوری انسانی تہذیب کا نوحہ معلوم ہوتی ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ان کی نظم " اکائی " اس حوالے سے اہم ہے۔ڈاکٹر قاضی افضال حسین نے سارا شگفتہ کی نظموں کو تانیثی اظہار کا نیا رخ بتایا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> "استعارہ سازی کے روایتی طریقہ کار کی بجائے سارا نے نظم کی تعمیر میں مجاز کی دوسری اقسام سے کام لیا ہے۔مثلاً اسما کی جگہ ان کی صفات یا اشیا سے منسوب اپنے تجربات کو خود اشیا کی جگہ نظم کر کے سارا نے تخلیقی زبان کی ایک یکسر نئی جہت ایجاد کی ہے۔"(۵)

فیمنیزم کے حوالے سے ایک بے حد اہم نام نسرین انجم کا ہے۔ ان کی دو کتابیں "مورا تم بن جیا اداس" (۱۹۸۸ء)اور "بن باس" (۱۹۹۴ء) تانیثی ادب میں بے حد اہم اضافہ ہیں۔ منفرد حاکمیت معاشرے میں عورتوں کے لئے غلطی اور گناہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ایک لغزش قدم اسے محروم منزل کر دینے کے لیے کافی ہے۔اگرچہ نسرین کے ہاں بہت تلخی ہے مگر یہ تلخی خود ساختہ نہیں بلکہ اسی معاشرے سے اکٹھی کی گئی ہے۔عورت کے ہر جرم کو معاشرہ Flenon بورڈ پر لکھتا رہتا ہے۔اور عورت اس کی وضاحتیں کرتے کرتے تمام عمر گزار دیتی ہے۔ عورت کی Sleeping Beauty مرد کے لیے Sleeping سطح پر رہتی ہے جو مرد کے کچھ پھونکنے پر ہی بیدار ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس کے برعکس عورت مرد کی اپنی زندگی میں زندگی کی طرح جزولاینفک سمجھتی ہے۔

ہمارے ہاں شاعرات کی شاعری کو مرد کے تناظر میں دیکھا اور سمجھا جاتا ہے۔اس نقطہ نظر کے خلاف فہمیدہ ریاض اور کشور ناہید تانیثی تفہیم کے لیے دو بڑے اور مستند نام ہیں۔ فہمیدہ ریاض کی کتاب "بدن دریدہ" ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی۔ فہمیدہ اردو میں پہلی دفعہ عورت کے اظہار کو مرد کی نظر سے دیکھنے کی بجائے آزادانہ اظہار کو ذریعہ بناتی ہیں۔اس کتاب کے چھپنے کی دیر تھی، فہمیدہ ریاض پر شدید تنقید کی گئی۔کئی حلقوں نے اسے فحش گوئی اور بد تہذیبی کا نام دیا۔"دختر امکاں" کے نام سے فہمیدہ ریاض کا طویل مضمون "بدن دریدہ" کی نظموں کے حوالے سے ہے۔ جس میں انہوں نے تفصیلاً اس ہنگامے کا ذکر کیا ہے جو اس کی اشاعت کے بعد برپا ہوا۔انہوں نے ان نظموں میں کشمکش حیات نسواں کے ساتھ ایک سر خوشی بھی ہے۔صناعی بھی اور کاری گری بھی۔انہوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ بلاشبہ اس کی چند نظمیں سیکس کے انسانی تجربات کا ایک بے مثال، مسرت انگیز اور نشاط آور پہلو بیان کرتی ہیں۔مگر ناقدین ان نظموں پر اس قدر پیچ و تاب کیوں کھانے لگے؟ فہمیدہ صاحبہ کے مطابق ایک نظم جب عورت لکھتی ہے تو وہی الفاظ و خیالات عورت کے تناظر سے غیر مہذب اور غیر اخلاقی کہلائے جاتے ہیں۔جب کہیں یہ الفاظ اگر مرد استعمال کرتا ہے تو اپنے اظہار میں مہذب اور با اخلاق ہونے کے علاوہ بے باک اور جذبات سے مزین

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کہلاتا ہے۔ فہمیدہ ریاض نے اپنی ایک نظم "میگھ دوت" کی مثال دے کر ان دونوں متضاد رویوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

پدر سری معاشرے میں ایک عرصے سے یہ روایت چلی آتی ہے کہ عورت کوئی ذی روح نہیں بلکہ وہ کموڈٹی ہے، ملکیت ہے۔ اور پھر یہ حسین خواب بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ بہت قیمتی ہے لہذا اسے قیمتی چیزوں کی طرح کسی صندوق میں بند کر کے رکھنا ہی دراصل اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور اسی تصور کے نتیجے میں عورت کو مرد کی غیرت بھی سمجھا جاتا ہے اور چونکہ مرد اس کی عزت کا پاسدار ہے لہذا یہ از حد ضروری ہے کہ اس کے ہر قدم اور حرکت پر کڑی نگاہ رکھی جائے کیونکہ اس کے ہر قدم اور حرکت پر کڑی نگاہ رکھی جائے گی کیونکہ اس کی عقل ناقص ہے اور اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ادب جو عورت تخلیق کرے، چند ادارے اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ کیا شائع ہو سکتا ہے اور کیا نہیں ؟۔ ہمارے ہاں زیادہ تر ناشر اور ادارے مردوں کی ملکیت ہیں لہذا یہاں بھی عورتوں کا خوب استحصال کیا جاتا ہے۔ ان کا رویہ یہ ہے کہ اگر عورتیں ان کے معیار اور حدود میں رہ کر تحریریں لکھیں تو ان کی تخلیقات پر وہ التفات نہیں دیا جاتا جو مرد قلم کاروں کو دیا جائے ہے۔ انہیں یہ کہ کر ٹھکرا دیا جاتا ہے کہ وہ'' ادب عالیہ'' کے معیار پر پورا نہیں اترتی۔ ایسے میں جب چند قلم کار خواتین ان بے جا اور غیر منصفانہ پابندیوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتیں اور اپنا حق استعمال کرتے ہوئے آزادانہ لکھتی ہیں اور اگر یہ تحریریں چھپ جائیں تو بڑی آسانی سے اسے فحش تحریر یا فحش نگار ہونے کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ گویا "بدن دریدہ" کی نظمیں عورت کی ذات کا ادراک ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ فیمینزم کا مکمل منشور پیش کرتی ہیں تو بے جا نہ ہو گا۔ فہمیدہ ریاض اس حوالے سے لکھتی ہیں :" بدن دریدہ کی نظموں کو میں نے یہی سوچ کر لکھا ہی نہیں تھا کہ چوں کہ میں عورت ہوں۔ لہذا فلاں موضوع پر لکھنا، یا کسی خیال، کسی تصور کو الفاظ میں تجسیم کرنا میرے لیے نامناسب ہے" (۲)

تانیثیت کا مطالعہ دراصل نسائی احساسات و شعور کا مطالعہ ہے۔ وہ احساس و شعور کو بہ حیثیت فرد ایک لکھنے والی خاتون کو لکھنے والے مرد سے الگ کرتے ہیں۔ جدید اردو شاعری میں خواتین کی شاعری باقاعدہ مردوں کے شانہ بہ شانہ منظر شہود پر آتی ہے۔ اس کی ابتدا ادا جعفری سے ہوتی ہے۔ وہ واحد خاتون تھیں۔ مشاعروں میں جو ان دونوں صرف مردوں تک محدود تھے۔ شرکت کرنے کا حوصلہ کیا ان کا مجموعہ کلام ''میں ساز ڈھونڈتی رہی'' شائع ہونے والا پہلا مجموعہ کلام تھا۔ یہ ۱۹۴۷ء میں مرتب ہوا اور ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ ماماتا کے دکھ، گھر اور خاندان ان کی نظموں کے بڑے اور اہم موضوعات ہیں۔ جس میں عورت گھر کی حفاظت کو اپنی ذمہ داریوں میں سب سے بنیادی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اہمیت دیتی ہے اور خاندان یا گھرانہ جو ہمارے معاشرے کا اہم یونٹ ہے کو قائم رکھنے کی کوشش اور آرزو دونوں کا توانا اظہار نظر آتا ہے۔

شبنم شکیل نہ صرف ایک شاعرہ تھیں بلکہ اس کے ساتھ وہ ایک ماہر تعلیم اور تنقیدی مزاج رکھنے والی خاتون بھی تھیں۔ان کا مجموعہ "مسافت رائیگاں تھی" بہت مقبول ہوا۔ تانیثیت کے حوالے سے اس کا مطالعہ بھی خاصے کی چیز ہے۔ عورت کی محنت، وفاداری، ذہانت اور تعلیم کو معاشرہ جس طرح دیکھتا ہے، اس کا عمدہ اظہار ان کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ ان کی ایک نظم " موت کا کنواں " میں عورت کی زندگی کو سرکس کے موت کے کنویں میں موٹر سائیکل چلانے والے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ عورت کی زندگی کی ایک تلخ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام عمر محکوم رہتی ہے۔ حاکم بدل جاتے ہیں، باپ کی جگہ شوہر اور پھر بیٹا مگر اس کی محکومیت ختم نہیں ہوتی۔ اس میں پڑھی لکھی اور معاشی طور پر مستحکم عورت میں کسی حد تک شامل ہوتی ہے۔ چاہے اس کی محکومی کو واضح طور پر بیان کیا جائے تا اسے عقیدت و عزت کے پردے میں لپیٹ کر۔ مگر صورت حال بہر حال اسی محکومی کے ارد گرد گھومتی ہے۔ سماج کی طرف سے عورت کا روایتی سا کردار متعین کر دیا گیا ہے۔ جو مرد کے نکتہ نظر کا تابع ہے۔ اور عورت کی نفسیات میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ اس کردار کو نبھانے میں ان کی عزت اور تحفظ ہے۔ تنویر انجم کی بہت سی نظمیں اسی معاشرتی رویے کی عکاس ہے۔

مختلف موضوعات کے تحت لکھی گئیں کشور ناہید کی نظمیں، زندگی کے بارے میں ان کا نقطہ نظر، عورت کی محسوسات کے حوالے سے انتہائی اہم ہیں۔ ان کی نظم کا مصرعہ "بکری ذبح ہونے کا انتظار کرتی ہے اور میں صبح ہونے کا" دراصل عورت کے شب و روز کی درد بھری داستان ہے جو بالخصوص ایک پڑھی لکھی عورت جو ملازمت بھی کرتی ہے۔ اور دوران ملازمت طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار ہوتی ہے۔ اس کو کامیابی کے لیے جہد مسلسل اور اذیت مسلسل برداشت کرنا ہوتی ہے۔ کشور ناہید کی کتاب " گلیاں، دھوپ، دروازے " ان کا تیسرا مجموعہ کلام ہے۔ جو ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ اردو ادب میں تانیثی رجحان کی نمایاں کتاب ہے۔ بقول فہمیدہ ریاض:

> " یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے بجا طور پر مکمل فیمنسٹ مجموعہ کلام کہا جا سکتا ہے۔ اور جس کا پورا فوکس عورت کے ساتھ سماج کی بدسلوکی تھا۔ " (۷)

"گلیاں، دھوپ، دروازے" میں چند تراجم بھی شامل ہیں لیکن اس کی اہمیت کشور ناہید کی شاعری کا اور بالخصوص نظمیں ہیں۔ مسلمان، پاکستانی معاشرے میں ایک متوسط طبقے میں پلنے بڑھنے جو اب "گلیاں، دھوپ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

،دروازے "میں ملتا ہے۔اس کی ایک اہم نظم کا نام "میری مانو" ہے، جس میں عورت کو تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ وہ اسی حدود و قیود میں رہنا سیکھے جو مرد نے اس کے لیے متعین کیے ہیں۔بصورت دیگر اسے سخت اور عبرت ناک صورت حال کا سامنا کرنا ہو گا۔اس نظم میں نہ صرف اجمالاً مرد حاکم معاشرے میں عورت پر جو پابندیاں اور حد بندیاں عائد کی جاتی ہیں نہ صرف ان کی داستان ہے بلکہ وہ تعزیرات بھی موجود ہیں جو ان پابندیوں کے خلاف جانے والی عورت پر عائد کی جاتی ہیں۔اس نظم کی تخلیق کار عورت کے ہاں عورت کا ایسا تصور پایا جاتا ہے جو مکمل زندگی کو اختیار کرنا چاہتی ہے۔خیرات میں دی گئی ادھ ادھوری زندگی اسے کسی طرح قبول نہیں۔وہ بات کرنے کو، سانس لینے کو، آزاد فضاؤں میں، چلنے کو، اپنی مرضی سے ہنسنے، سونے اور جینے کو اپنا حق سمجھتی ہے اور کچھ بھی بھولنا نہیں چاہتی۔یہی باشعور اور اپنی ذات سے آگاہ عورت کا پیغام ہے۔

اس کی یہ جدوجہد اس معاشرے میں ہے جہاں عورت کے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ مرد سے زیادہ باصلاحیت اور پڑھی لکھی ہو، مرد سے زیادہ برابر ذریعہ آمدنی کی حامل ہو۔ملکی معاشی میں برابر کا حصہ ڈال رہی ہو، پھر بھی اسی کی حیثیت ایک محکوم جنس ہی کی رہتی ہے۔بہن کی صورت میں وہ بھائی کی زیر نگیں ہے۔بیٹی کی صورت میں والد اس کا حکمران ہے اور بیوی کی صورت میں اسے شوہر کا مرہون منت بن کر رہنا پڑتا ہے۔جب کہ اس کا اپنا" سیلف" یعنی ذات کہیں نمایاں طور پر نظر نہیں آتا۔

غرض "گلیاں ،دھوپ، دروازے" میں پاکستانی معاشرے کی متوسط طبقے کی ایک ایسی عورت کے تصورات نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں جو ایک فیمینسٹ ہے اور اپنے سیلف کے حوالے سے دنیا دریافت کرنے کا حوصلہ بھی رکھتی ہے اور عزم بھی۔جسے اپنے مسائل کا مکمل ادراک ہے۔اپنے حقوق سے واقفیت ہے۔وہ اپنے متعلق بات کرتی ہے، اپنے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتی ہے اور زندگی کی خواہش سے بھرپور ہے۔وہ صرف جدید عورت نہیں بلکہ مکمل اور بھرپور عورت ہے۔

کشور ناہید نہ صرف اپنے ملک کی شاعری سے واقفیت رکھتی ہیں بلکہ ان کے سامنے بین الاقوامی شاعری بالخصوص خواتین کی شاعری بھی عیاں ہے۔اور اس مطالعے اور فہم کو انہوں نے اپنی ذات میں جذب کر کے اپنی شاعری کے نظام افکار کو وسعت دی ہے۔یوں ان کی شاعری اور شخصیت زندگی کے دونوں رخوں کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ مجموعہ "گلیاں، دھوپ، دروازے" چھپتے ہی چھا گیا۔اور ادبی اور تنقیدی حلقوں میں اسے سراہا بھی گیا اور اس پر بہت کچھ لکھا بھی گیا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پروین شاکر کی کتاب "خوشبو" اور شائستہ حبیب کی کتاب "سورج پر دستک" نے ۱۹۸۱ء میں اردو تانیثی رویوں کو ایک نیا راستہ دیا اور ایک نئے فکر سے روشناس کروایا۔ شائستہ حبیب کی نظموں میں تانیثی رویے بڑی خوبصورتی اور ندرت بیان سے سامنے آتے ہیں۔ پروین شاکر کے ہاں عورت کے اندر ایک لڑکی کا وجود ایک دل چسپ اور حقیقت سے قریب تر بات ہے۔ جو محض لڑکی نہیں بلکہ اپنا پورا وجود رکھتی ہے، مکمل انسان ہے، اس کے اندر شعور حیات ہے، وقار ہے، انا، اکڑ ہے، اور پندار ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس معاشرے میں جو دراصل مرد مرکزیت معاشرہ ہے اپنا آپ کس طرح منوانا ہے۔ اس لڑکی میں ایسا انسان موجود ہے جو جذبات و احساسات بھی رکھتا ہے اور فکر بھی، رونا بھی جانتا ہے اور خود کو قہقہوں سے دور بھی نہیں رکھتا۔ جس کے پاس حساسیت بھی ہے، وہ نفرت بھی کر سکتا ہے اور آداب محبت سے بھی پوری طرح آگاہ و واقف ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے اور یوں قاسم یعقوب کے الفاظ میں پروین شاکر کے ہاں ایک طاقت ور لڑکی جنم لیتی ہے۔ پروین کی یہ نظم مندرجہ بالا خصوصیات کا اظہار ہے۔ میں کیوں اس کو فون کروں اس کے بھی تو علم میں ہو گا کل شب موسم کی پہلی بارش تھی۔ قاسم یعقوب اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "پروین شاکر نے اس لڑکی کو اپنی نظموں اور غزلوں میں پیش کیا جو نئے سماج میں اپنے حقوق سے آگاہ ہو رہی تھی۔ جو مرد کے کے بنائے ہوئے سماج سے انحراف کا اعلان کر چکی تھی۔ جو لڑکی کو ایک انسان دیکھنے اور دکھانے پر بہ ضد ہے۔" (۸)

مندرجہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ بر آمد کر سکتے ہیں کہ تانیثیت محض ادبی تحریروں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ پوری انسانی تاریخ کے مطالعے کا نیا منظور اور تناظر فراہم کرتی ہے۔ اردو شاعری بھی اس کے مظاہر اور اثرات لئے ہوئے ہے۔ خواتین قلم کاروں اور شاعرات کے ہاں تانیثیت یا فیمنیزم ہمیشہ ایک روح رواں کی طرح رہی ہے۔ یہاں تانیثیت محض ایک تھیوری نہیں رہتی بلکہ ایک ایسی تحریک بن جاتی ہے جس کے باعث خواتین کو نہ صرف اپنے حقوق سے آگہی حاصل ہوئی بلکہ ساتھ ہی اپنی ذات کے اظہار کا برملا حوصلہ پیدا ہوا۔ یہ بھی اہم بات ہے کہ محض اس تحریک کی بدولت خواتین میں یہ شعور پیدا ہوا۔ کیونکہ حقیقت یوں ہے کہ عورتوں کا نسائی شعور اور ادراک اس تحریک کی بنیادیں فراہم کرتا نظر آتا ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ اس تحریک کا استحکام مرد قلم کاروں، ادیبوں اور صحافیوں کا بھی مرہون منت ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فیمنزم اگرچہ اپنے آغاز میں خواتین کے ساتھ معاشرتی سیاسی، سماجی اور گھریلو سطح پر ہونے والی ناانصافیوں کے خلاف ایک منظر آواز تھی مگر رفتہ رفتہ اس تحریک کے اثرات شعر و ادب پر بھی پڑنے لگے۔ اور ادب، خاص طور سے شاعری میں خواتین نے نہایت موثر انداز میں اپنی آواز دنیا تک پہنچائی۔ خاص طور پر جدید اردو مشاعرات کے ہاں ہمیں فیمنیزم یا تانیثیت کا فہم ہمیں بہت میچور انداز میں نظر آتا ہے۔

جدید عورت کے ہاں اپنے ساتھ سماجی، معاشرتی، سیاسی اور گھریلو سطح پر ہونے والے ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھانا ہی تانیثیت نہیں ہے۔ عہد جدید کی عورت اپنے ''سیلف'' کا ادراک رکھتی ہے۔ اور اس کا احساس اس نے اپنی جہد مسلسل کے ساتھ دنیا کو بھی جتلایا ہے۔ وہ ایک مکمل انسانی وجود کے ساتھ معاشرتی اور علمی سطح پر حصہ لے رہی ہے اور اسے اپنی طاقت کا احساس بہ حیثیت کے بھی ہے۔ آج کی عورت اپنے عورت ہونے پر شرمندہ نہیں بلکہ نازاں ہے اس کی اپنی سوچ ہے جو اس کے فہم و فکر اور ذات کا مظہر ہے۔ وہ خود کو مظلوم بنا کر پیش نہیں کرتی کہ معاشرے کی ہمدردیاں سمیٹ سکے اور نہ خود کو مقدس، پاکباز اور روایتوں کی اسیر ثابت کر کے خود کو محفوظ کرنا چاہتی ہے۔ وہ ایک مکمل انسانی وجود کی صورت میں ابھری ہے جس میں تمام انسانی رنگ موجود ہیں۔ لہٰذا ادا جعفری، سارا شگفتہ، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید، پروین شاکر سے لے کر شبنم شکیل، تنویر انجم، ثمینہ راجہ، عشرت آفرین، عطیہ داؤد، عذرا عباس، نسرین انجم، منصورہ احمد، عابدہ کرامت، یاسمین حمید، بشریٰ اعجاز، ریحانہ روحی، شہناز نور، عنبر حسیب عنبر اور بے شمار جدید شاعرات کے ہاں ایک ایسا وژن ہے جو عورت کی سچائیوں اور حقیقی پن کا آئینہ دار ہے۔ جو اپنے تمام تر جمالیاتی پہلوؤں کے ساتھ تانیثیت کے شعور کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب یہ معاشرہ بھی اتنا میچور اور انصاف پسند ہو جائے گا کہ وہ ایک مکمل انسانی وجود کے ساتھ مساوی حیثیت میں مکالمہ کر سکے۔

حوالہ جات

۱۔ فہمیدہ ریاض، فیمینزم اور ہم، (مضمون) مشمولہ: فیمینزم اور ہم ادب کی گواہی، وعدہ کتاب گھر، کراچی، دسمبر، ۲۰۱۳ء، ص ۲۲

۲۔ عطیہ داؤد، فیمینزم سر آنکھوں پر، (مضمون) مشمولہ: اردو ادب اور تانیثیت، مرتبہ قاضی عابد، ڈاکٹر، پورب اکیڈمی، اسلام آباد، اگست ۲۰۱۴ء، ص ۲۷

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۳۔ Britiannica Concise Encylopedia http://www. Britannica.com/feminism retrieved on 27/11/2008

۴۔ شاہدہ حسن، ڈاکٹر، نسائی شعور زندگی، (مضمون) مشمولہ: خاموشی کی آواز، مرتبہ فاطمہ حسن / آصف فرخی، وعدہ کتاب گھر، کراچی اپریل، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸

۵۔ قاضی افضال حسین، متن کی تانیثی قرات، (مضمون) مشمولہ: مابعد جدیدیت نظری مباحث، مرتبہ ناصر عباس نیر، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۴ء، ص ۴۶

۶۔ فہمیدہ ریاض، دختر امکان، (مضمون) مشمولہ: خاموشی کی آواز، مرتبہ فاطمہ حسن / آصف فرخی، وعدہ کتاب گھر، کراچی اپریل، ۲۰۱۳ء، ص ۵۳

۷۔ فہمیدہ ریاض، گلیاں، دھوپ، دروازے، (مضمون) مشمولہ: فیمنزم اور ہم، مرتبہ فاطمہ حسن / آصف فرخی، وعدہ کتاب گھر، کراچی اپریل، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۲

۸۔ قاسم یعقوب، شاعرات کی نظموں میں تانیثیت، (مضمون) مشمولہ: لفظ اور تنقید معنی، پورب اکیڈمی، اسلام آباد، اپریل ۲۰۱۷ء، ص ۴۴